

اشتغال میں جسم کا اُٹس اور بدن کا ہیر (جو ہر، ست) فنا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات صاف نکلی کہ بہ حسب طبیعت و بہ مقتضائے فطرت ہر ذی حیات کو ذوقِ فنا ہے اور وہی اشتغال، جو فنا کرتا ہے، عین حیات ہے، لیکن اس ذوقِ فنا کی نامتائی پر جی جلتا ہے کہ ایک بار جلا کیوں نہیں دیتا۔ جو لوگ مصنف کی سوانح عمری سے واقف ہیں، انہیں حیرت ہوگی کہ ان کو یہ مسئلہ دورانِ خون کہاں سے معلوم ہوا؟

۳۔ شرح : اگرچہ آگ خاموش ہے اور اسے زبان عطا نہیں ہوئی لیکن جب بجھانے کے لیے اس پر پانی ڈالا جائے تو اس سے ایک صدائے واویلا اٹھتی ہے۔ اس سے یہ نظریہ پیدا ہوا کہ حالتِ در ماندگی میں ہر وجود کو نالہ و فغاں کے سوا چارہ نہیں رہتا لفظ ”در ماندگی“ خاص توجہ کا محتاج ہے۔ آگ جل رہی ہو اور اس پر پانی ڈال دیا جائے تو وہ چار و ناچار بجھتی ہے، اس لیے در ماندگی پر آہ کرتی ہے۔ نظریے کے لیے جو مثال پیدا کی ہے، وہ یقیناً بے مثال ہے۔ بجھوری فرماتے ہیں :

”کس شاعر نے آج تک آتش کے فرو ہونے کی اس ظاہر اور ادنیٰ کیفیت کو مشاہدہ اور محسوس کیا ہے؟ لفظ ”ہر کوئی“ میں آگ کے طبعاً مغرور اور سرکش ہونے کا اشارہ نہایت خوبی سے مضمون ہے۔“

۴۔ لغات - سرشار : لبریز، لبالب، فراوان۔ بعض اصحاب نے اسے مست و بیخود کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔ یہاں بظاہر ہی معنی قابلِ ترجیح معلوم ہوتے ہیں۔

شرح : خواجہ حالی فرماتے ہیں :
”اس شعر میں دعویٰ ایسے طریق پر کیا گیا ہے کہ خود دعویٰ متضمنِ دلیل واقع ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذراتِ عالم یعنی ممکنات، جو